بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحقیقات

اسلام اور عہدِ حاضرہ کے سائنسی کارنامے

پچھلے دنوں روسی سائنسدانوں کے اس اعلان نے علم و تحقیق کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا کہ روس کے محکمۂ خلائی تحقیقات نے لونا نہم ۹ کو سطح چاند پر اتار دیا۔ اور وہاں سے معلوماتی اطلاعات فراہم کیں پھر چند دن بعد زہرہ سیارہ پر بھی کمند ڈالنے کی خبروں نے دنیا کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ جبکہ چاند کی مسافت کا اندازہ سائنسدانوں کے نزدیک اڑھائی لاکھ میل کے قریب ہے۔ اور نظامِ شمسی کے اس دوسرے سیارہ زہرہ کی مسافت (بقول سائنسدانوں کے) اس وقت ہم سے ساڑھے سترہ کروڑ میل دور ہے۔ موجودہ دور جو اپنے طبعی تحقیقات، علمی و فنی ایجادات اور انکشافات کے لحاظ سے بجا طور پر تاریخ کا اہم ترین دور ہے اور مستحق ہے کہ اسے انکشافات و ایجادات کے عہد سے یاد کیا جائے۔ روس کے اس محیر العقول کارنامہ سے جو بلا شبہ سائنس اور انکشافات کی دنیا میں ایک عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ ہے جہاں علم اور سائنس کی دنیا میں ایک غلغلہ بلند ہوا ہے وہاں بعض حلقوں میں اس پر حیرت اور تعجب کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مذہب کا عمیق مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض سطحی اذہان شکوک و شبہات کے شکار ہوئے کہ سائنس کے ان نت نئے انکشافات اور محسوسات کے اس مشاہدہ اور تجربوں میں اسلام کہاں تک ساتھ دیتا ہے۔ اور کیا تسخیر کائنات کی یہ لامتناہی کامیابیاں اور یہ برق رفتار پیش قدمیاں اسلام کے کسی اصول سے ٹکراتی تو نہیں۔؟ اور اس عالمِ کائنات و مادیات کے بارہ میں اسلام کا کوئی ایسا متوارث نظریہ یا عقیدہ تو نہیں جو انکشاف اور تسخیر کے کسی کارنامہ سے جوڑ نہ کھاتا ہو۔؟

آج کی فرصت میں ہم ایک مخصوص تنقیدی نقطۂ نگاہ سے تسخیرِ کائنات اور سائنس کے دیگر کارنا

کا جائزہ لیتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف ان شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے جو اذہان کی ناپختگی کی وجہ اسلام کے بارہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اس احساس کہتری کا ازالہ بھی ہو جن کے شکار بعض حضرات ان کارناموں کی پُرفریب چمک دمک کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اور بالآخر یہ احساس ان اسلامی اذہان وقلوب کو اپنے مذہب کے بارہ میں مایوسی اور افلاس، غیروں کی ذہنی غلامی، اور فکری مرعوبیت میں مبتلا کرکے رکھ دیتا ہے۔

جہاں تک مذہب اور سائنس کے باہمی ٹکراؤ اور تصادم کے خدشات اور وساوس کا تعلق ہے۔ عقل وفہم کی اس کج روی اور فہم ونظر کی اس گمراہی کی بنیادی وجہ یہ ہے۔ کہ ان اذہان میں مذہب اور سائنس کے دائرۂ کار اور حدود رفتار کا تعین نہیں ہو سکا۔ حالانکہ مذہب اور سائنس کی راہیں بنیادی طور پر جدا جدا اور دونوں کے دائرے الگ الگ ہیں۔ سائنس وتحقیق اور علم وانکشاف کا سرکار اس عالم محسوسات ومادیات سے ہے۔ جو کسی طرح بھی ہمارے حواس ومشاہدات میں آسکتے ہیں۔ اور مذہب کی ساری جولانی غیب کی اس دنیا میں ہے جو ہمارے محسوسات سے وراء الوراء ہے وہ ہمیں اس دنیا کی حقیقتوں کی خبر دیتا ہے۔ جہاں تک ہمارے عقل وادراک اور احساس وشعور کی رسائی قطعی ناممکن ہے۔ مذہب ہمارے ان سوالات اور گتھیوں کے حل پیش کرتا ہے۔ جس کے سلجھانے سے سائنس اور فلسفہ، علم وشعور کی طاقتیں واماندہ اور درماندہ ہو جاتی ہیں۔ عالم کی حقیقت کیا ہے۔؟ اس کارخانہ ہست وبود کی یہ ہنگامہ آرائیاں کہاں جاکر ختم ہوں گی۔؟ اس عالم آب وگل کی تخلیق کیونکر اور کس مقصد کیلئے ہے؟ پھر اس کائنات کی وہ جوہری ہستی جسے ہم "انسان" کے نام سے پکارتے ہیں جسم ومادہ کے اس کارخانہ اور قدرت کے ان لامتناہی خزانوں پر کیونکر قابض وحاوی ہے۔! اور بالآخر تسخیر وغلبہ کی یہ قوت وطاقت جسم وخون سے بنے ہوئے اس "عالم اصغر" (چھوٹے عالم) انسان کے ہاتھوں کیوں اور کس مقصد کیلئے ودیعت کی گئی ہے۔؟ عقل وفکر ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہے۔

سائنس وتحقیق کا عالم انسانی جبلت کے ان فطری مطالبات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اسے خود اپنی عجز ودرماندگی کا اعتراف ہے۔ اور اکتشاف وانکشاف کی اس دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی، اور موجد اسباب ومسببات کے معمے حل کرنے والا بڑے سے بڑا محقق بانگ دہل اپنے قصور اور لاعلمی کا اعلان کر رہا ہے کہ:

"کائنات کے آغاز وانجام تک مشاہدے کی رسائی نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا دائرہ کار ان دونوں

سے الگ الگ ہے۔" (فرانس کا مشہور ماہر سائنس پروفیسر ریتر)

علمی دنیا کا ایک دوسرا شہسوار جے ڈبلیو این سلیون کتنی صفائی سے اقرار کرتا ہے کہ زندگی جو انسان کی سب سے زیادہ قریب حقیقت ہے۔ سائنس اسکی کیفیت و نوعیت اور ماہیت و آغاز کے ادراک سے قاصر ہے۔ :

"اور انسان کے گہرے مسائل سائنس کی سرحد سے باہر واقع ہیں۔ سائنس تو محض ایک ابتدائی کوشش ہے۔ اور اسکی تمام "سچائیاں" مشروط ہیں۔ (برہان ص ½)

مسٹر ایچ جی ویلز لکھتا ہے کہ :

"بہت سے سائنسدانوں نے زندگی کے آغاز کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اب تک اس کے متعلق کوئی قطعی علم حاصل نہ ہو سکا۔"

تھامس ہنری ہکسلے مزید وضاحت سے عقل و سائنس کے اس بے دست و پا ہونے پر روشنی ڈالتا ہے :

"جب ہم پچھلے زمانہ کی طرف مڑ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں زندگی کے آغاز کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہوتا اور ہم اس ظہور کی کیفیت پر قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

انہی کے ہم نام جولین ہکسلے کو اقرار ہے کہ :

"ہم صرف مظاہر تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جہاں تک سائنٹفک تحقیقات کا تعلق ہے۔ ہمارا علم صرف مظاہر کی تشریح اور ترجمانی کرتا ہے۔ سائنس کی حقیقت آزادانہ تحقیقات اور تجربات میں مضمر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اصول و مبادی غیر متغیر ہیں۔ اس میں حذف و اضافہ و ترمیم کا ہر وقت امکان ہے۔ (برہان ص ۲۴ ج ۶ ش ۱)

ہکسلے کے اس قول کے خط کشیدہ الفاظ خاص طور سے اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ استدلال و فلسفہ کی بنیاد پر کھڑے کئے گئے اصول و مبادی کتنے کمزور اور بے تمکین ہوتے ہیں۔ پھر زندگی کے فطری سوالات اور حقائق کی رہنمائی ان تغیر پذیر نظریات و مبادی سے کسطرح ممکن ہے؟ سائنسی اصول و نظریات کی یہی بے ثباتی اور کمزوری ہے کہ جب بھی سائنس کی دنیا میں کائنات کی حقیقت اور ماہیت کے بارہ میں سوچا گیا تو اس کی بنیادوں میں تزلزل پیدا ہوا، جہل اور لاعلمی کی آندھیاں اٹھنے لگیں اور اعلان کیا گیا کہ :

"ہمارے دماغ کی فطری ساخت ہی اشیاء کی ماہیت اور کیفیت کے ادراک سے عاجز ہے ہم صرف کمیت کا ادراک کر سکتے ہیں۔ کیفیت کا نہیں۔ (پروفیسر کیلر۔ برہان ج ۶ ش ۱)

پروفیسر ٹنڈل نے سمجھانے کیلئے گھڑی کی مثال دیکر سائنس کے حدود اختیارات کا [illegible] اور کہا کہ:

"بجنسہٖ یہی حال واقعات و حوادث فطرت کا ہے۔ عالم کی اس مشین کے اندر بھی ایک مخفی مشین کارفرما ہے۔ اور ایک خزانۂ قوت ہے۔ جو اس مشین اور ذخیرۂ قوت سے پردہ ہٹا کر یہ بتاتا ہے کہ واقعات و حوادث انہی دونوں کے باہمی تعلق کا نتیجہ ہیں۔ لیکن کارخانۂ عالم کی یہ اندرونی مشین خود کیا ہے؟ یہ کیسے بنی؟ اور اس گھڑی کو کس نے کوکا ---؟ اور اسکی چلانے والی قوت کہاں سے آئی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب سائنس کے بس سے باہر ہے۔"
(الدین القیم صنہ)

لاریب کہ عالم سائنس کے یہی شہباز آج خلا کو مسخر اور نظامِ شمسی کے بڑے سے بڑے اجرام کو زیر کر رہے ہیں۔ مگر زندگی کے وہ فطری حقائق جن کے سمجھنے اور پانے سے خدا و آخرت پر ایمان لانے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ نہ ہر وہ شخص جس کے سر میں انسانی دماغ ہے۔ گو یہ نہیں۔ اس کے تسلی بخش حل سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ سائنس، اختراع اور ایجاد کی دنیا اس بارہ میں کوئی رہنمائی نہیں کر سکی ---- اور پکار پکار کر کہا جا رہا ہے کہ:

"سائنس کسی چیز کی بھی کامل توجیہہ نہیں کر سکتی نہ اس کے اسباب اوّل تا آخر بتائے جا سکتے ہیں کیونکہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ علم بھی تاویل و توجیہ میں آغاز اشیاء کی طرف چند قدم آگے نہیں بڑھ سکا۔" (ہکسلے)

اسی ہکسلے نے عالم سائنس کے بنیادی اصول و مباحث، سلسلۂ علت و معلول انرجی الیکٹرون سالمات (اجزاء لا تتجزیٰ) وقت اور زمانہ کی گتھیاں سلجھانے میں ایک زندگی کھپا دی۔ مگر بالآخر اسباب و مسببات کے درمیان زمین و آسمان کے قلابے ملانے اور عقل نارسا کے گھوڑے دوڑانے کے بعد اسے برملا اپنی کتاب "اصول و نتائج" میں اعتراف کرنا پڑا کہ:

"وجود کی علت اولیٰ کا مسئلہ میرے حقیر قوٰی کی دسترس سے باہر ہے۔ اس باب میں حقیقی لا یعنی ہرزہ سرائیاں پڑھنے کا موقعہ مجھے ملا ان میں سب سے بدتر ان لوگوں کے دلائل ہوتے ہیں۔ جو آغاز عالم کے متعلق موشگافیاں کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے بہلاوے ان سے بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں ہے۔" (بحوالہ الدین القیم)

یہ صرف چند نمونے اور اقتباسات ہیں جن سے غیب اور غیر محسوس عالم کے بارہ میں سائنس

کی درماندگی اور زندگی کے فطری تقاضوں اور سوالات سے اس کے فرار و گریز پر روشنی پڑتی ہے۔
اور یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔ کہ مذہب اور سائنس کے دائرے قطعی جدا جدا ہیں۔ ان میں تعارض و تصادم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا خوب فرمایا ایک بالغ نظر فلسفی اور صاحب دل عالم نے کہ:
"اگر خشکی کی ٹرین سمندر کے جہاز سے ٹکرا سکتی ہے۔ تو سائنس بھی مذہب سے ٹکرا سکتی ہے۔"

غرض آج جن لوگوں کو سائنسی کارناموں سے مذہب کی بنیادیں گرتی اور لرزتی معلوم ہو رہی ہیں۔ یہ ان کی اپنی نظر کی کوتاہی اور عقل کے فتور کی دلیل ہے ؎

برچہرۂ حقیقت اگر ماند پردۂ جرم نگاہ دیدۂ صورت پرست ماست

مشاہدات و محسوسات کی وہ آخری سرحد جہاں سائنس ہمیں بے یار و مددگار ظلمٰت بعضہا فوق بعض۔ (تہ بہ تہ اندھیرے) کے عالم جہل و بے خبری میں چھوڑ کر الگ ہوجاتی ہے۔ ٹھیک وہاں سے اقلیم مذہب کی حدود کا آغاز ہوتا ہے۔ جسکی پہنائیاں لامحدود ہیں۔ اور جسکی وسعتیں علم و ہدایت، فکر و فہم، عقل و خرد کے تمام خزانوں کو سمیٹی ہوئی ہیں۔ جہاں ظلم و جہل تام کی کوئی شے موجود نہیں، نور ہی نور ہے۔ علم حقیقی کی ضیا پاشیاں اور قدرت و فطرت کے اٹل اصول اور لازوال مبادی کی فرمانروائیاں ہیں۔ فطرۃَ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ جس سرحد پر محسوسات و مشاہدات کا علم ہمیں حیران و سرگرداں چھوڑ کر الگ ہوجاتا ہے۔ وہاں سے مذہب آکر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اور انسانی فطرت کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ ہمیں تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش کے مقاصد سے روشناس کراتا اور شکوک و شبہات کی تمام گتھیاں سلجھا کر انسانی قلوب و اذہان کو سکون و اطمینان کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ زندگی کی حقیقت اور عالم کے آغاز و انجام کے بارہ میں انسانی رہبری کے بعد مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ یہ زندگی کن خطوط پر بسر ہونی چاہئے۔ اور قدرت نے تسخیر و غلبہ کی جو استعداد انسان کو دی ہے۔ اسے کن مقاصد میں لگانا چاہیئے۔؟ مذہب کہتا ہے۔ کہ مشاہدات و محسوسات کی یہ ساری کائنات ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہے۔ جس کی بنا پر عالم کے اس جرم صغیر "انسان" کو پوری کائنات پر سبقت دی گئی اسے اشرف المخلوقات یہاں تک کہ اسے "خلافت ربانی" کے آخری مقام عروج پر فائز کیا گیا۔ مذہب کہتا ہے کہ اس "زندگی" کو جس کے ادراک سے تمہاری سائنس و عقل قاصر تھی آخرت اور ایک ابدی زندگی کا ذریعہ بناؤ اور اس طرح بقائے دوام اور لافانی ہونے کی وہ فطری خواہش حقیقی معنوں میں پوری کر دو جس کا ولولہ اور تڑپ تمہارے خمیر میں شامل ہے۔ مذہب ہمیں ہرگز ان

تسخیری قوتوں کو کام میں لانے سے نہیں روکتا جو ہماری سرشت میں قدرت کے دستِ فیاض نے رکھیں۔ وہ کہتا ہے کہ تم ستاروں کو گن سکتے ہو آفتاب و قمر کو زیر کر سکتے ہو ہواؤں اور سمندروں کو مغلوب کر سکتے ہو زمین و آسمان کی وسعتیں سمیٹ کر اپنی مٹھی میں لا سکتے ہو۔ تیز رفتار اور دیو ہیکل بے جان اجسام کو خلائی سیارہ، جہاز، ریل اور بحری بیڑے کی شکل میں دوڑا سکتے ہو۔ کائنات کے عناصرِ اربعہ کی حقیقتیں اور ماہیتیں بدل سکتے ہو۔ یہاں تک کہ ان کائنات سے ایٹمی توانائیوں کی صورت میں قوت اور طاقت کی لامحدود دولت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہارے لئے آسان ہے کہ پہاڑوں کے جگر شق کر دو اور خلا کی پہنائیاں چیر ڈالو اور ممکن ہے کہ تم زمین کے علاوہ زہرہ و ماہتاب اور نظامِ شمسی کے دیگر سیاروں کو بھی اپنا مسکن اور جولانگاہ بنا دو کہ یہ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ———

اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ دجالی تہذیب کے کامل ارتقاء و عروج کے زمانہ میں تمہاری یہ تخلیقی قوت اور اختراعی صفت درجۂ کمال تک پہنچ جائے۔ تم بادل برساؤ اور مصنوعی صورتوں سے احیاءِ اموات پر بھی قادر ہو جاؤ ———

مذہب اس دن کے انتظار میں ہے۔ کہ تم یہ سب کچھ کر سکو کہ اس کے بہت سے دعوؤں کی مزید توثیق و تصدیق تمہارے ان سائنسی کارناموں پر موقوف ہے۔ اس طرح اخبارِ غیب اور رجالِ غیب کے وہ سارے دعوے اور حقیقتیں تم پر عیاں ہو سکتی ہیں۔ جسے تم اپنے ماؤف دل و دماغ اور مفلوج ذہن کی بنا پر ناممکن اور محال سمجھتے تھے۔ وہ حقیقتیں اور خوارق عادات جس کا مظاہرہ اس کائنات کے خالق نے غیبی اسرار کی منادشخصیتوں انبیاء و رسل کے ہاتھوں کرایا تھا۔ تم آج سائنس اور صنعت، راکٹ اور میزائل کے سہارے خلاؤں کے میدان میں اتر رہے ہو۔ ہم نے مان لیا کہ صدیوں کی کدوکاوش کے بعد آج تمہاری رسائی خلاء سے پار کی دنیا تک ہو رہی ہے۔ مگر کیا آج سے چودہ سو سال قبل مخلوقات میں خلافتِ الٰہیہ کے سب سے عظیم مظہر انسان نے "محمد عربی فداہ ابی و امی" کی شکل میں عروج و پرواز کی یہ ساری منزلیں پلک جھپکنے میں طے نہیں کی تھیں۔؟ ولقد رای من آیات ربہ الکبریٰ۔

وہ جو خود انسانی ارتقاء و عروج کا آخری نقطۂ معراج تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جو چاند اور ستارے تو کیا آسمانوں اور ملکوتی کائنات کی ساری بلندیوں سے بھی پرے پہنچ گیا۔ جہاں دنیا کی سب سے بڑی محرم راز اور طاقتور ہستی جبریلِ امین کی رسائی بھی ناممکن تھی۔ ملأ اعلیٰ کے اس اسراء و معراج میں نہ تو انہیں کسی جسمانی قوت و طاقت کی ضرورت پیش آئی۔ اور نہ اس عالمِ مادیات و مشاہدات کی کسی

مادی قوت سے ان کی دستگیری کی۔ پھر یہ اسلام اور مذہب ہی تو تھا جس نے انسانی عروج و استیلاء اور معراج و ارتقاء کی ایسی جیتی جاگتی تصویر محمد عربی کے معراج کی شکل میں صدیوں قبل دنیا کے سامنے رکھ دی۔ تسخیر کائنات کا اتنا قدیم تصور اور اس کے دائرہ امکان میں ہونے کی تعلیم کسی دوسرے مذہب نظریہ اور عقیدہ نے اس سے پہلے نہیں دی تھی۔ یہ غلامان تجربہ و سائنس اور بندگان عقل تو اب تک اس کا مذاق اڑاتے رہے۔ اور زندگی کی تمام حقیقتوں اور آغاز و انجام کے خدائی تقاضوں اور حکمتوں کی طرح اسکی بھی تکذیب کی۔ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ۔

الغرض قدرت نے تمہیں پوری فیاضی سے اس کائنات سے فائدہ اٹھانے کا اختیار دیا۔ کہ زندگی کے فطری سفر میں جو بھی رکاوٹ تمہارے سامنے آئے اسے زیر و زبر کر دو۔۔۔۔۔ مگر ہاں! زندگی کے کسی لحظہ اور کسی ثانیہ میں اس حقیقت سے غافل مت ہو کہ تمہاری یہ تمام قوتیں اور توانائیاں کسی "غیر" کی کرم نوازیوں کا نتیجہ ہیں۔ ایک وراء الورا ہستی ہے جس نے تمہیں عقل و خرد کی نعمت سے نوازا اور تسخیر و تصرف کے یہ راستے سجھائے اس نے اپنی بے مثال فضل و کرم سے تمہیں عقل کی دولت دی استنباط و استخراج کی نعمت سے نوازا۔ جس کے ذریعہ تم کائنات کو اپنی جولانی اور تصرف کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہو۔ عقل انسانی اور شعور و ادراک کا یہ جوہر اسی کا عطا کردہ ہے جس کے ذریعہ تم عناصر اربعہ کی باہمی تحلیل و ترکیب کر کے طاقت کے لازوال خزانوں پر قابض ہو گئے ہو۔ اگر اس کے فیض کرم کی کرشمہ سازیاں نہ ہوتیں اور اسنے اس قیمتی جوہر "عقل و فہم" سے تمہیں نہ نوازا ہوتا تو تم اس کائنات کی سب سے حقیر و ناتواں مخلوق ہوتے کہ اس کائنات میں عقل و خرد سے عاری مخلوق ہاتھی اور بیل وغیرہ جسم و ضخامت کے لحاظ سے تم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ پھر وہی رب ہی تو ہے جس نے عقل و خرد اور خلافت ربانی کی نعمتوں سے تمہیں نواز کر اس کائنات کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔۔۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

اور البتہ ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی اور خشکی و تری دونوں کی قوتیں اسکی تابع کر دیں کہ اسے اٹھائے پھرتی ہیں۔ اور اچھی چیزیں اسکی روزی کیلئے پیدا کر دیں نیز جو مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں۔ ان میں سے اکثر پر اس کو برتری دی۔

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔

اللہ وہی ذات ہے جس نے زمین کے بیچ ہر چیز کو تمہارے لئے پیدا کیا۔

غیب کی راہیں سمجھانے والا یہ آخری صحیفۂ غیب کہتا ہے کہ یہ تو خدا ہی ہے جس نے انسان کو تمام مخلوقات کی حاکمیت عطا فرمائی اور سفلیات تو کیا عالم بالا کے شمس و قمر تک بھی تمہارے زیر کر دیئے۔

اللہ الذی خلق السموٰت والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہٖ وسخر لکم الانھر وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار واٰتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار۔

اللہ وہ ہے جس نے بنایا آسمان و زمین اور اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے۔ اور مسخر کیا تمہارے لئے کشتی کو کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے۔ اور کام میں لگایا تمہارے لئے ندیوں کو سورج کو اور چاند کو ایک خاص دستور و نظام کے مطابق اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنو اللہ کے احسانات نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا۔ (ترجمہ، شیخ الہندؒ)

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں ساری مخلوقات سے زیادہ محتاج بنا کر بھی کائنات کی ہر چیز کو خواہ سفلی ہو یا علوی تمہاری بیگار میں لگا دیا۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموٰت[1] وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہٗ ظاھرۃ و باطنۃ۔ (پ۲۱ آیت ۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام پر لگا رکھا ہے۔ اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔ (ترجمہ، مولانا احمد علی لاہوریؒ)

والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین

اور اس نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرم کرنیوالی پوشاک اور

---

[1] نیز ملاحظہ ہو — وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمّٰی پ۲۳ ۔ وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ پ۲۱ آیت ۶۱۔ الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض والفلک تجری فی البحر بامرہٖ پ۱۷ ع۱۸ وسخر لکم الانھار پ۱۳ وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہٖ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون پ۱۴ آیۃ ۱۲۔ وھو الذی سخر البحر (الی قولہ) لعلکم تشکرون پ۱۴ آیت ۱۴ ۔ وسخر الشمس والقمر کل یجری الی اجل مسمّٰی وان اللہ بما تعملون خبیر پ۲۱

تسرحون وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف رحیم (الی قولہ) ویخلق مالا تعلمون ۔

طرح طرح کے فائدے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور ان میں تمہاری نگاہوں کیلئے جمال و زینت بھی ہے۔ جب تم انہیں صبح و شام گھومنے پھرنے چھوڑتے ہو۔ اور یہی جانور تمہارا بوجھ ایک شہر سے دوسرے تک لے جاتے ہیں۔ کہ تمہارے بس میں وہاں پہنچنا تھا۔ مگر بڑی مشقت کے ساتھ بلاشبہ تمہارا پروردگار بڑا شفقت اور رحم والا ہے۔ الخ
پھر وہ بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے۔ جنکی تمہیں خبر نہیں ۔

کیا آیت بالا کا آخری ٹکڑا ویخلق مالا تعلمون اکتشافات حاضرہ اور موجودہ دور کی نت نئی اختراعات کی طرف اشارہ نہیں کرتا ؟

ان آیات بینات سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوتی ہے۔ کہ انسان کے یہ تسخیری کارنامے منشاء قدرت کے خلاف نہیں ہیں۔ اور نہ اسلام تمہیں اس سے روکتا ہے۔ بلکہ جگہ جگہ تفکر اور تدبر و تفہم کی خاطر ہمیں اس کائنات کی وسعتوں میں غور و فکر اور سیر فی الارض کی دعوت دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ہم اس عالم مشاہدات کے انفسی اور آفاقی آیات کو اس کے خالق کی پہچان اور ان قوتوں کو اسکی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ تمہاری یہ "خلانوردیاں" اسکی عظمت و قدرت کی پہچان کا ذریعہ بنی جائیں۔ اور ہر نئے انکشاف و اختراع اور ایجاد و ادراک کے وقت تمہارا رُواں رُواں اسکی کبریائی میں ڈوب جانا چاہیئے۔ کہ اس نے تمہارے آرام و آسائش کی خاطر نعمتوں کی ایک دنیا بسادی۔ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ اس کی حمد و ستائش کے گیت گاتے ہوئے اسکی نعمتوں کو ٹھکانے لگادو۔ یہ چاند اور سورج تو اس کے انعامات و اکرامات کا ایک ذرہ ہے۔ اور اسطرح اس عالم کا ہر ذرہ انسانیت کے ابدی فلاح، دائمی امن، اور لقاء کا وسیلہ بننا چاہیئے نہ کہ تمہاری یہ سائنس و تحقیق، اسکی عظمتوں سے غفلت و انکار، اور اسکی نافرمانی و سرتابی، اس دنیا کی مخلوقات پر ظلم و تعدی کا ذریعہ بن جائے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایجادات تمہاری بہیمی وحیوانی جبلت کی وجہ سے عالم کی تباہی و بربادی اور مخلوق کی ویرانی اور بربادی کا سبب بن جائیں ——— بلکہ

ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ وتقولوا سبحان الذی سخر لنا ھذا

پھر جب اس پر تمہارا تسلط ہو جائے تو اپنے رب کا احسان یاد کرو۔ اور کہو کہ پاک ذات

وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ ہے وہ جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم ہرگز اسکو اپنے قابو میں نہ لا سکتے تھے (اگر اسکی رہنمائی و مددگیری نہ ہوتی۔) بالآخر ہم سب کو اسکی طرف لوٹنا ہے۔

کذلک سخرناھا لکم لعلکم تشکرون۔ اللہ نے انہیں تمہارے لئے ایسا مسخر کردیا تاکہ تم شکر کرو۔

کذلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علی ما ھداکم۔ اس طرح انہیں تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت کی ——— (ترجمہ حضرت مولانا لاہوریؒ)

الغرض سائنسی کارناموں یا چاند اور سورج کی تسخیر کے بارے میں اسلامی تعلیمات میں کوئی ایسی تصریح نہیں پائی جاتی جس سے ان چیزوں کی نفی ہوتی ہو۔ سورج اور چاند کا کسی خاص آسمان میں ہونا یا دیگر سیارات کیلئے آسمانوں سے اوپر یا پانچویں یا چھٹے آسمان کے تعین کے جو اقوال مشہور ہیں۔ وہ فلسفۂ یونان یا بطلیوسی علم ہیئت، یا اسرائیلی روایات پر مبنی ہیں۔ البتہ قرآن و سنت سے آسمانوں کا وجود ان کا ذی جرم ہونا ان میں دروازوں، گذرگاہوں کا پایا جانا، ان کا مختلف منازل و بروج پر تقسیم ہونا ثابت ہے۔ اکابرین اسلام میں حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ کی روایات میں تصریح پائی جاتی ہے۔ کہ نظام فلکی کے تمام سیارے شمس و قمر سمیت قنادیل معلقہ (لٹکے ہوئے فانوسوں) کی مانند آسمانوں کے نیچے موجود ہیں[1]۔ اور آسمانوں کا مقام ان تمام سیاروں سے اوپر ہے۔

باقی ان علوم کے بارہ میں اصولی بات وہی ہے۔ جو امام غزالیؒ نے اپنی خود نوشت واردات و تاثرات المنقذ من الضلال میں ارشاد فرمائی کہ ریاضیات، منطقیات، طبعیات وغیرہ کا مذہب سے نفیاً و اثباتاً کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور نہ مذہب کے اثبات کے لئے ان کے انکار کی ضرورت ہے۔ ان طبعیاتی علوم کے بارے میں (جس میں عالم سماوات و کواکب، عناصر اربعہ اور اجسام مرکبہ و مفردہ سے بحث ہوتی ہے۔) ہمیں یہ اصولی بات یاد رکھنی چاہئے کہ طبیعت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ خود مختار نہیں جو لوگ ان علوم کی باریکیوں سے مرعوب ہو کر یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ علوم غیب و حقائق میں بھی ان لوگوں کی مہارت کا یہی حال ہوگا وہ غلطی پر ہیں ———

امام غزالیؒ ایک طرف علماء طبعیات کے ان کارناموں سے مرعوب اذہان اور ان کی تقلید میں دین کے انکار اور استخفاف کرنے والوں پر سخت گرفت کرتے ہیں تو دوسری طرف ان سطحی اذہان پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ جو ہر نئی دریافت اور مادی انکشاف کو اسلام سے متصادم سمجھ کر اس کے ماننے سے

[1] النجوم قنادیل معلقۃ بین السماء والارض بسلاسل من نور بایدی الملائکۃ۔ (روح المعانی ج ۱۳ ص ...)

انکار کر بیٹھتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

الآفة الثانية نشأت من صديق للاسلام جاهل ظن ان الدين ينبغي ان ينصر بانكار كل علم منسوب الیھم فانکر جمیع علومھم وادعٰی جھلھم فیھا حتی انکر قولھم فی الکسوف والخسوف وزعم ان ما قالوا خلاف الشرع فلما قرع ذلك سمع من عرف ذلك بالبرھان القاطع لم یشك فی برھانہ ولکن اعتقد ان الاسلام مبنی علی الجھل وانکار البرھان القاطع فیزداد للفلسفۃ حبًا وللاسلام بغضًا ولقد عظم علی الدین جنایۃ من ظن ان الاسلام ینصر بانکار ھذہ العلوم ولیس فی الشرع تعرض لھذہ العلوم بالنفی والاثبات ولا فی ھذہ الامور تعرض للامور الدینیۃ۔	طبعیات سے مرعوب ہونے کی طرح یہ بھی ایک بڑی آفت ہے کہ اسلام کے بعض نادان دوست فلاسفہ اور علماء طبعیات کی ہر نئی دریافت اور نظریہ اور ان کے ہر دعویٰ کی تردید اپنا فرض اور اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ طبعیات کے سلسلہ میں سورج گرہن چاند گرہن تک کے بارے میں ان کی باتوں کو خلاف شرع اور مذہب سے متصادم سمجھ کر ٹکرا دیتے ہیں۔ اس کا مضر پہلو یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان نظریات و انکشافات کی صداقت کے قائل ہوتے ہیں۔ اور مضبوط دلائل سے ان کے ہاں یہ چیزیں مسلّم ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان کا اعتقاد خود اسلام کے بارہ میں متزلزل ہو جاتا ہے۔ (اور معاذ اللہ) وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اسلام

کی بنیاد جہل اور مشاہدات سے انکار پر ہے۔ پھر بجائے طبعیات کے انکار کرنے کے اسلام سے ان کی بدگمانی بڑھ جاتی ہے۔ ان لوگوں کی اسلام کے بارے میں یہ بڑی جسارت ہے جن کا گمان ہے کہ اسلام ان علوم کے انکار کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ حالانکہ شریعت کو نہ تو ان اشیاء کا اثبات مطلوب ہے اور نہ انکار مقصود اور نہ ان علوم و تحقیقات میں دینی اصول کو تعرض ہو سکتا ہے۔ (المنقذ من الضلال للغزالیؒ ص۱۰)

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے بخوبی واضح ہوا کہ سائنس کے کسی بڑے سے بڑے کارنامے کا مذہب کے کسی پہلو پہ زد نہیں پڑتی۔ پھر اسلام جیسا دین فطرت — ! جو اپنے بنیادی اصول و ارکان روح اور مزاج اور مقاصد میں ذرہ بھر ترمیم و تبدیلی کا روادار نہیں۔ اس کے مبادی اور اغراض لافانی

اور اس کے احکام و قوانین اٹل ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہی ملتِ حنیفیہ سائنس و علم اور نظریات کے کسی چیلنج کو قبول نہ کر سکے وہ ان مادی ترقیات کی مخالفت نہیں کرتا بشرطیکہ اس فانی کائنات میں تمہارا یہ تگ و تاز مقاصد و مبادی اور انجام سے بے فکری کا باعث نہ بنے اور تم وسائل و ذرائع کو زندگی کا مقصد نہ ٹھہرالو۔ یہ چیزیں بذاتِ خود نہ خیر ہیں نہ شر۔ اگر تمہاری یہ تسخیری قوتیں عالم کی فلاح انسانیت کی باہمی خیر خواہی و ہمدردی حقیقتِ انسانی کی پہچان کا ذریعہ اور حصول آخرت کا وسیلہ بنتی ہیں تو ان کی خوبی کے کیا کہنے۔ اور اگر تمہارے یہ ایجادی و اختراعی کارنامے دنیا کے مختلف ممالک کی تباہی اور بربادی عالم کی تخریب کاری اور انسانیت کی پریشان حالی، ایک دوسرے کو مغلوب و مقہور کرنے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کا باعث بنتے ہیں —— اور جیسا کہ دو عالمی لڑائیوں سے لیکر اب تک ان اشیاء کے استعمال سے ثابت ہو رہا ہے۔ تو تمہاری یہ سائنس و تحقیق اور یہ شبانہ روز کوشش صرف

لہ ہیروشیما کی دلدوز داستانیں کسے بھول ہونگی صرف ایک دن (۶ اگست ۱۹۴۵ء) کو صرف ایک بم سے جاپان کا یہ عظیم الشان شہر پیوند خاک ہو کر رہ گیا صدر میونسپلٹی کی رپورٹ کے مطابق اس ایک بم سے دو لاکھ چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے سینکڑوں میل تک فضا تابکاری ذرات سے زہر آلود ہوئی اور جس کی تاثیر سے بچے ہوئے لوگوں کا خون تحلیل ہوا۔ انکے بال گرتے رہے اعضاء سکڑ گئے اور رفتہ رفتہ موت کے گھڑے میں جا گرے (ترجمہ ماخوذ عصر العالم) پچھلے ہفتہ فرانس کے مشہور رسالے پیرس مارچ میں اس تباہی کی ہلاکت آفرینی کی مفصل رپورٹ شائع ہوئی جس کا ترجمہ جنگ ۱۰ مارچ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اس رپورٹ کا کہنا ہے کہ "دس لاکھ برسوں کی انسانی ترقی پر چند لمحوں میں پانی پھیر دیا گیا"۔ یہی حال دوسرے شہر ناگاساکی کا ہوا۔ یہ تو اس وقت کے ایٹم بم کا حال تھا آج کے بیس میگاٹن کا ایک بم ان بموں سے ہزار گنا طاقتور ہے اور اگر یہ بم ایسے شہر پہ گرایا جائے جس کا رقبہ بیس میل میں پھیلا ہو تو چشم زدن میں یہ ساری آبادی نیست و نابود ہو جائے گی۔ برطانوی سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق لندن یا نیویارک جیسی گنجان آبادی پر یہ ایک بم دو کروڑ انسانوں کو موت کی نیند سلا سکتا ہے۔ امریکی حکام اینٹی ایسی دور مار میزائلوں کا دعویٰ کر رہے ہیں جس سے براہ راست چین اور روس کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔ حکومت روس اعلان کر رہی ہے کہ اس کے پاس ایک سو میگاٹن ہائیڈروجن بم تیار ہو چکا ہے جو روس سے ہزاروں میل دور دشمن کے علاقوں کے ہر صنعتی، اقتصادی، اور فوجی مرکز کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ اور اس کے مہلک تابکاری اثرات لاکھوں مربع میل کے ہر جاندار کو مفلوج کر کے رکھ دیں گے —— تہذیب جدید کی ان سائنسی فتنہ سامانیوں کی تعبیر حضرت اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کی ہے

جان ہی لینے کی حکمت میں ترقی دیکھی ۔۔۔ موت کا روکنے والا کوئی پیدا نہ ہوا!

یہ حال تو ان چیزوں کے اختیاری اور ارادی استعمال کا ہے۔ غیر ارادی اور تکوینی طور پر ان چیزوں کی ہلاکت آفرینی کا حال

اس جذبۂ حیوانیت اور درندگی کی تسکین اور اس وحشت و بربریّت کا ظہور ہے جو خدا اور نوامیسِ فطرت سے غفلت و انکار، مادیت کو منتہائے حیات بنانے کے بعد ان انسانی جسموں کو وحشی درندوں اور چوپائیوں سے بھی ذلیل و خوار بنا دیتا ہے۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ اگر تمہارا مقصد ان خلائی فتوحات سے زمین کے رہے سہے چین و سکون کو تباہ کر کے اپنے سامراجی اور حیوانی ارادوں کو پورا کرنا ہے۔ تو کائنات کی ملکوتی طاقتیں تمہاری ان کامیابیوں پہ لعنتیں بھیجتی ہیں۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسماں بال و پر واختی

پھر خدا کے نزدیک اس خلائی اور ایٹمی دور کے روشن خیال اور "آدم نما" درندہ سے قرونِ اولیٰ کا وہ "غیر مہذب" انسان ہزار درجہ بہتر ہے جو غاروں میں رہتا مگر اسکا دل انسانیت کے احترام و فلاح اور خدائی اقدار کی عظمت و تقدیس سے معمور تھا ——

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

اس مضمون میں حسب ذیل کتابوں اور مضامین سے استفادہ کیا گیا ——
(سائنسی علماء کے حوالے مؤخر الذکر تین کتابوں سے ماخوذ ہیں۔)

المنقذ من الضلال —— للامام الغزالیؒ
ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین —— لابی الحسن الندوی
الدین القیم —— للعلامہ الگیلانیؒ
اسلام اور اکتشافات حاضرہ —— فارقلیط (مطبوعہ برہان ج ۷ ش ۱)

(حاشیہ صفحہ ۱۳ سے آگے)

کیا ہے؟ پچھلے ایک ماہ میں دنیا کی صرف ایک حکومت کے ایک دار الخلافہ (ٹوکیو) میں پے درپے ہوائی حادثوں سے تین سو افراد ہلاک ہوئے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں آٹھ دس ہوائی جہاز گر کر تباہ ہوئے۔ امریکہ کا ایٹمی اسلحہ سے لیس ہوائی جہاز بحیرہ سپین میں گرا اور ایک دنیا کو ہلاکت اور تباہی کے خطرے میں ڈال دیا گیا۔ اسطرح اس درندگی و بہیمیت کو بھی نگاہ میں رکھئے جس کا مظاہرہ ویتنام کی نہتی انسانیت پر کیا جا رہا ہے —— ان ہولناک نتائج کو دیکھ کر ڈاکٹر الفریڈ ایون نے جنگِ عظیم کے بعد کہا تھا کہ "جنگِ عظیم کے بعد سائنسی انکشافات کے بارہ میں میری اچھی توقعات کا خاتمہ ہو گیا ہے میں نے دیکھا کہ وہی علوم و فنون اور انجنیری کی ساری حکمتیں جس سے انسان کی خدمت کی جا سکتی تھی الٹی اسکے حق میں دشمن بن گئیں اور اسکی وحشت و سنگدلی شقاوت اور بہیمیت میں ان آلات سے بدرجہا اضافہ ہو گیا۔ تخریب و بربادی کے عظیم الشان انجن ہم جانوروں کے ہاتھ آ گئے" —— ان ترقیات کی نظر فریب حقیقت دوسرے سائنسدان پروفیسر جوڈ نے ان الفاظ میں ظاہر کی۔ "کہ تم ہوائی جہاز کو فضائے انسانی پر اڑتے دیکھ کر اس کے موجد کے عزم و ہمت پر عش عش کرنے لگتے ہو مگر ذرا ان مقاصد کا جائزہ تو لو جن کے ماتحت یہ ہوائی جہاز استعمال ہو رہے ہیں۔ وہ مقاصد کیا ہیں؟ فضائے آسمانی سے نہتے انسانوں پر بمباری، انسانوں کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، زندوں کا گلا گھونٹنا، انسانی جسموں کو جلا دینا، زہریلی گیسوں کا پھینکنا یہ مقاصد یا تو احمقوں کے ہو سکتے ہیں یا شیطانوں کے۔ انما یرید اللہ ان یعذبھم بھا فی الدنیا وتزھق انفسھم وھم کٰفرون۔ الآیۃ۔ ھل یجزون الا ما کانوا یعملون صدق اللہ خالق ملکی مولانا الکریم۔ (سمیع الحق)